حرا نوید

ایم ایس اسکالر، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

اردو ادب میں ناسٹلجیا کی روایت کا تحقیقی مطالعہ

Hira Naveed

MS Scholar, GC Women University, Sialkot

A Research Study of Tradition of Nastalgia in Urdu Literature

ABSTRACT

The term nostalgia is commonly used in Psychology. It is a sentimental yearning of pleasure and sadness that is caused by remembering something from the past. The nostalgia is observed throughout the tradition of Urdu poetry and prose. This technique is widely used by modern Urdu poets such as Nasir Kazmi, Munir Niazi, Faiz Ahmad Faiz and Ahmad Rahi. The trend of nostalgia is dominant among the modern Urdu prose writers as well like Intizar Hussain, Qurat-ul Ain Haider, Abdullah Hussain, Raam Lal and Mushtaq Ahamd Yousufi. The migration during the partition of India is expressed as dominant nostalgic phenomenon in Urdu literature.

Keywords: *Nostalgia, Restorative, Reflective, Homesickness, sadness, pleasure, Migration, Past, memory, Partition, Nasir Kazmi, Intizar Hussain.*

ناسٹلجیا یونانی زبان کا لفظ ہے۔ ناسٹلجیا کے لفظ کو پہلی بار میڈیکل کے ایک طالب علم جونس ہافر نے ۱۶۸۸ء میں اپنے مقالے میں استعمال کیا۔ یہ دو الفاظ Nostos اور Algos کا مرکب ہے اس سے مراد درد آلود واپسی لیا جاتا ہے۔ پہلے پہل یہ Homesickness یعنی "خانہ اداسی" کے حوالے سے سامنے آتا تھا لیکن رفتہ رفتہ یہ ماضی کی خوشگوار اور ناخوشگوار یادوں کے ساتھ منسوب ہو گیا۔ ناسٹلجیا کو ''پس کربیہ'' بھی کہا جا سکتا ہے۔

عصرِ حاضر میں رہتے ہوئے ماضی میں جا کر پناہ لینا ناسٹلجیا کہلاتا ہے۔ ناسٹلجیا کو پرانے وقتوں میں ایک بیماری تصور کیا جاتا تھا جس میں انسان اپنے حال میں رہتے ہوئے اکتا جاتا تھا اور اپنے ماضی میں جا کر پناہ لیتا تھا لیکن موجودہ دور میں اس کو ماضی کے خوشگوار حالات اور یادوں کے ساتھ تعبیر کیا جانے لگا ہے۔ علمِ نفسیات میں ذہنی امراض میں

مبتلا لوگوں کے لیے یہ اصطلاح مروج ہے۔ ناسٹلجیا حال اور ماضی کے درمیان ہونے والی گفتگو کا نام ہے جس کا سبب ماضی سے بے پناہ محبت اور حال سے بے زاری ہو سکتا ہے۔ انسان جہاں بھی چلا جائے وہ کسی نہ کسی طور اپنے ماضی سے وابستہ رہتا ہی ہے۔ انسان کبھی اپنے حال میں رہتے ہوئے خوشگوار لمحات سے تسکین حاصل کرتا ہے تو کبھی اپنے ماضی کی یادوں میں کھو جاتا ہے۔ "یاد" ہر انسان کی زندگی میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ یادیں خوشگوار اور ناخوشگوار دونوں قسم کی ہوتی ہیں۔ ماضی کے بغیر انسان کا حال اور مستقبل ممکن نہیں اور بعض اوقات تو یادیں انسان کے لیے وبالِ جان بن جاتیں ہیں۔ اس حوالے سے اختر انصاری نے بھی لکھا ہے:

"یادِ ماضی عذاب ہے یا رب!
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا"(1)

یاد کے ذریعے ہی انسان اپنی بکھری ہوئی شخصیت کو یکجا کرتا ہے۔ ماضی کوئی گم شدہ شے نہیں بلکہ انسان کی میراث ہے جس کے ساتھ انسان کا حال اور مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔ ماضی ،حال اور مستقبل تینوں زمانے ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ اگر انسان حال میں زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے تو اس کی جڑیں ماضی میں ہی ہوتی ہیں۔ "ما ضی پرستی" کے حوالے سے مشتاق احمد یوسفی نے اپنی کتاب "آبِ گم" میں لکھا ہے:

"اس مجموعے کے بیشتر کردار ماضی پرست ،ماضی زدہ اور مردم گزیدہ ہیں۔ ان کا اصل مرض ناسٹلجیا ہے زمانی اور مکانی، انفرادی اور اجتماعی۔ جب انسان کو ماضی، حال سے زیادہ پُرکشش نظر آنے لگے اور مستقبل نظر آنا ہی بند ہو جائے تو باور کرنا چاہیے کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ بڑھاپے کا جوانی لیوا حملہ کسی بھی عمر میں۔۔ بالخصوص جوانی میں۔۔ ہو سکتا ہے ۔۔۔ کبھی کبھی قومیں بھی اپنے اُوپر ماضی کو مسلط کر لیتی ہیں۔ دیکھا جائے تو ایشیائی ڈرامے کا اصل ولن ماضی ہے۔"(2)

ناسٹلجیا ماضی سے جذباتی وابستگی سے زیادہ حال کی تلخی سے تھوڑی دیر کے لیے نجات حاصل کرنا ہے۔ ایک کام یاب انسان بھی اپنے ماضی میں کھو جاتا ہے اور یہ ایک فطری عمل ہے۔ ہر انسان اپنے پیچھے چھوڑ کے آئی ہوئی داستان کو یاد ضرور کرتا ہے۔ ایک شہر میں آنے والا اپنے گاؤں کو یاد کرتا ہے۔ ایک جوان انسان اپنے بچپن کو یاد کرتا ہے اور واپس جانے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ مہاجرین اپنے وطن، گھربار، دوست، احباب اور عزیز واقارب کو یاد کرتے ہیں۔ دراصل اپنے گزرے ہوئے کل کو یاد کر کے اداس اور خوش ہونا "ناسٹلجیا" کہلاتا ہے۔ اپنی پرانی یادوں میں کھو جانا ہر انسان کی جذباتی ضرورت ہوتی ہے۔ ناسٹلجیا کو ایک خوب صورت احساسِ تنہائی سمجھا جاتا ہے۔ انسان کی روح کے اندر ہی کائنات سے دوری اور کائنات کو تسخیر کرنے کا مادہ ہوتا ہے جو انسان کو بے چین رکھتا ہے اور اس بے چینی کو ہر انسان اپنے انداز سے ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کرکے آنے والے ادیبوں اور شاعروں کے ہاں ناسٹلجیائی رجحان بہت نمایاں ہے کیوں کہ ہجرت کا کرب، دکھ، درد، تکالیف اور مشکلات کو محض وہ لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں جو اپنے پیچھے اپنا گھر بار، ساز و سامان، دوست احباب، عزیز و اقارب اور گلی کوچے چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہجرت کرکے آنے والے ادیبوں اور شاعروں نے اردو ادب کو نئے موضوعات عطا کیے جس سے اردو ادب کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ جب تک ماضی کا حصہ حال میں نہیں ہوگا تب تک ہم اپنی تاریخ سے ناواقف ہی رہیں گے کیوں کہ انسان کا ماضی اس کے حال سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ لفظ ناسٹلجیا اپنے اندر بے شمار معانی سموئے ہوئے ہے۔ مثلاً فرقتِ وطن ، یادِ ماضی، وطن پرستی وغیرہ۔ انسان کسی بھی حال میں اپنے ماضی کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتا بلکہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے ماضی سے تعلق جوڑے رکھتا ہے۔

علمِ نفسیات میں ناسٹلجیا کو ایک بیماری تصور کیا جاتا ہے۔ جس میں انسان اپنے گھر اور وطن کی دوری سے خود کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ ناسٹلجیا عمومی طور پر اس کیفیت کو کہا جاتا ہے جس میں وطن کی یاد ستاتی ہے اور انسان خود کو نئے ماحول میں ڈھالنے میں دقت محسوس کرتا ہے، اس باعث وہ اپنے وطن واپس جانے کی خواہش کرتا ہے جہاں سب کچھ اس کا اپنا تھا۔ اس بیماری میں انسان ہر وقت اپنے گھر بار، دوست احباب، گلی کوچوں اور وطن کی یاد میں کھویا رہتا ہے، گزرے ہوئے حالات و واقعات بھی انسان کے ذہن پر نقش ہوتے ہیں۔ جب اپنے وطن سے دوری بہت زیادہ ہو جاتی ہے تو فرد ناسٹلجیا کا شکار ہو جاتا ہے جس سے کسی فرد کی زندگی میں منفی اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں لیکن ادب میں اس کا مثبت رخ ملتا ہے کیوں کہ ماضی کے حالات و واقعات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور بہت سی نئی چیزوں کی بازیافت کی جاتی ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں ناسٹلجیا سے مراد ہے:

"A feeling of sadness mixed with pleasure and affection when you think of happy times in the past. "(3)

ویبسٹر ڈکشنری میں ناسٹلجیا کے معنی یوں ہیں:

"Pleasure and sadness that is caused by remembering something from the past and wishing that you could experience it again." (4)

ویبسٹر ڈکشنری میں ناسٹلجیا کی تعریف اس طرح ہے:

"1. The state of being homesick: Homesickness.

2. A wistful or excessively sentimental yearning for return to or of some past period or irrecoverable condition." (5)

کیمبرج ڈکشنری میں ناسٹلجیا کے حوالے سے یہ الفاظ ملتے ہیں:

"A feeling of pleasure and sometimes slight sadness at the same time as you think about thing that happened in the past." (6)

ناسٹلجیا کی درج ذیل دو اقسام ہیں:

1. Restorative Nostalgia
2. Reflective Nostalgia

پہلی قسم میں انسان دوبارہ ماضی میں جا کر وہی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ماضی میں جیسے بھی واقعات و حالات گزر گئے ہیں وہ ان سب کو دوبارہ جینا چاہتا ہے۔ماضی میں جانے کی خواہش شدت اختیار کرنے لگتی ہے۔

دوسری قسم میں انسان اس بات کو تسلیم کرلیتا ہے کہ ماضی تو ماضی تھا اور وہ گزر چکا ہے؛ اب اس میں جا کر زندگی بسر نہیں ہو سکتی اس لیے وہ ماضی کی یادوں سے ابھرنے والے خیالات میں رہنا پسند کرتا ہے اور ماضی کی بازیافت کو ممکن بنالیتا ہے۔

ناسٹلجیا کی مختلف تعریفات اور معانی و مفاہیم کو پڑھنے کے بعد اس کی چند صورتیں سامنے آتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ یادِ ماضی

۲۔ نفسیاتی بیماری

۳۔ وطن واپسی کی خواہش

یادِ ماضی سے مراد گزرے ہوئے وقت کو لیا جاتا ہے جہاں انسان کی ان گنت یادیں موجود ہوتی ہیں۔ان یادوں سے انحراف کا چارا بھی نہیں ہوتا۔کسی بھی فرد کا تشخص اس کے ماضی اور حال کے امتزاج میں پنہاں ہوتا ہے۔ ہر گزرتا ہوا پل ماضی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔اس طرح انسان جی تو حال میں رہا ہوتا ہے لیکن اس کی جڑیں ماضی میں پیوست ہوتی ہیں۔ لہٰذا یادِ ماضی انسان کی زندگی کا اہم عنصر ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اردو ادب کی ہر صنف میں ناسٹلجیا کا رنگ نظر آتا ہے۔ناسٹلجیا محض دردناک اور کرب ناک یادوں کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ اس میں خوشگوار لمحات اور حسین یادیں بھی شمار کی جاتی ہیں۔ نقل مکانی محض جسمانی نہیں ہوتی بلکہ یہ ذہنی بھی ہوتی ہے اور یہ ذہنی سفر ہی انسان کو ماضی اور حال سے بیک وقت جوڑے رکھتا ہے۔

نفسیات اور ادب باہم مربوط علوم ہیں کیوں کہ دونوں کا تعلق انسان کے ذہن اور تخیل سے ہوتا ہے۔ اردو میں نفسیاتی تنقید میں "ادب اور نفسیات" کے تعلق کے حوالے سے "ظفر احمد صدیقی" رقم طراز ہیں:

"نفسیات کا دائرہ اتنا ہی وسیع ہے جتنا زندگی کا۔ زندگی کا کوئی گوشہ نہیں جو نفسیات کی قلمرو سے باہر ہو۔ ادب چوں کہ ایک اہم شعبہ زندگی ہے اس لیے نفسیات سے اس کا تعلق ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔"(7)

نفسیات کے حوالے سے سب سے حیرت انگیز انکشاف "فرائیڈ" کا تحلیل نفسی کا نظریہ ہے کیوں کہ فرائیڈ نے انسان کے ذہنی عمل کے رازوں کو دریافت کیا اور تحت الشعور کے مباحث سامنے آئے۔ انسان کی جو خواہشات اور خواب پورے نہیں ہوتے ان کا وجود کہیں نہ کہیں باقی رہ جاتا ہے وہ انسان کے تحت الشعور میں موجود ہوتا ہے۔ جن کا ظہور انسان کی حرکات و سکنات میں ہوتا رہتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" میں فرائیڈ کا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں:

"فرائیڈ کا بنیادی نظریہ جنسی قوت یا Libido پر مبنی ہے۔ اِڈ id قوتِ نفس کا سرچشمہ ہے۔ اسے معروضی حیثیت کا علم تک نہیں ہوتا۔ یہ انسانی تجربے کے بارے میں صرف یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ درد بخشتا ہے یا لذت۔ اِڈ کے دائرے کے اندر ایگو Ego اور سپر ایگو super ego ایک دوسرے سے متمیز کرتا ہے۔ تجربے کے بارے میں ایگو صرف یہ پوچھتا ہے کہ وہ سچ ہے یا جھوٹ۔ ایگو جبلی ضروریات اور خارجی ماحول میں گویا رابطہ قائم کرتا ہے۔ سپر ایگو معاشرے کی اقدار کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ گویا شخصیت کا اخلاقی پہلو تجربے کے بارے میں صرف یہ دریافت کرتا ہے کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔ فرائیڈ نے لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات کو تحلیلِ نفسی سے دریافت کرنے کی کوشش کی۔"(8)

انسان کی دبی ہوئی خواہشات اس کے لیے اتنا بڑا محرک ہوتی ہیں کہ ایک ادیب اس سے ایک نیا جہانِ تخلیق دریافت کر سکتا ہے اور اپنی آرزوں کا مداوا بھی کر سکتا ہے تو دوسری طرف وطن سے دور ایک سپاہی ماضی کے سہارے اپنے وطن کو یاد کرتا ہے۔ ماضی کی یادیں اس کی آنکھوں میں نمی اور لبوں پہ مسکراہٹ دے جاتی ہیں اور وہ اس باعث ناسٹلجیا کا شکار ہو جاتا ہے اور وطن کی یاد شدت اختیار کر جاتی ہے۔ ناسٹلجیا کے لفظ کو پہلی بار "وطن واپسی" یا "خانہ اداسی" کے حوالے سے ہی متعارف کرایا گیا تھا جس کا انگریزی میں مطلب Homesickness ہے۔

جو شخص اپنے آبائی علاقے کو کسی وجہ سے چھوڑ کر کسی دوسرے علاقے، شہر یا ملک میں رہائش پذیر ہو جاتا ہے، اس کو اپنے آبائی علاقے یا گھر کی یاد شدت سے تڑپاتی ہے اور وہ بہر صورت اپنے گھر جانا چاہتا ہے، وہ ایک طرح کی

ناسٹلجیائی کیفیت کا شکار ہوتا ہے۔ ایسا انسان خوف کا شکار بھی ہوتا ہے کہ کیا اسے دوبارہ اپنی سرزمین پر جانا نصیب ہوگا بھی یا نہیں۔ وہ اسی کشمکش اور ذہنی انتشار کا شکار رہتا ہے۔

زندگی کبھی بھی جامد نہیں ہو سکتی یہ ہر پل متحرک اور تغیر پذیر رہتی ہے۔ زندگی کے متحرک ہونے کی وجہ سے ہی ہر دور میں نئے نئے افکار، خیالات اور انکشافات جنم لیتے ہیں۔ جن سے کوئی بھی شعبہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ادب بھی انسانی زندگی کا ضروری جزو ہے اور یہ بھی ان سب چیزوں سے متاثر ہوتا ہے۔ ادبی سطح پر نئے نئے رجحانات اور میلانات کا جنم ہوتا ہے۔ ان میلانات میں ناسٹلجیا کا میلان بھی شامل ہوتا نظر آتا ہے۔ اردو ادب میں اس کی جڑیں بھی اتنی ہی پرانی اور مضبوط ہیں جتنی بذاتِ خود ادب کی۔ ناسٹلجیا انفرادی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور اجتماعی صورت میں بھی۔ انفرادی صورت میں یہ نفسیاتی اظہار پر مبنی ہوتا ہے اور اجتماعی صورت میں یہ فکری اظہار پر مبنی ہوتا ہے۔

ادب زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔ اس لیے زندگی میں جب حالات، خیالات اور نظریات بدلتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ ادب میں بھی تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ جیسے آزادی سے پہلے زیادہ تر شاعر اور ادیب اصلاح کے حوالے سے لکھتے تھے اور آزادی کے بعد حالات بدلے تو پھر وہ حقیقت نگاری اور ناسٹلجیائی کیفیات کو موضوعات کو بنانے لگے۔

اردو ناول کی ابتدا ڈپٹی نذیر احمد کی تخلیقات سے ہوئی۔ ان کے سب سے پہلے ناول "توبتہ النصوح" میں یہ حقیقت نظر آتی ہے کہ اس کے مرکزی کردار نفسیاتی کشمکش کا شکار ہیں؛ اس کے پیچھے بھی ناسٹلجیا بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کے دوسرے ناول "مراۃ العروس" میں بھی جو تہذیب اور اقدار نظر آتیں ہیں وہ ماضی سے تعلق رکھتی ہیں۔ مصنف نے اپنی تحریروں کے ذریعے ماضی میں دیکھنے پر مجبور کیا ہے۔ عبدالحلیم شرر کے ناولوں کے کرداروں میں بھی ناسٹلجیائی کیفیات کا اظہار پایا جاتا ہے۔ مرزا ہادی رسوا کے شہرہ آفاق ناول "امراؤ جان ادا" میں بھی ناسٹلجیا کا میلان پایا جاتا ہے۔ اس ناول میں متعلقہ عہد کی پیش رفت اور خوش گوار اور ناخوش گوار یادیں، تلخ باتیں سب نظر آتیں ہیں۔ یہ ناول طوائف کی زبانی ہے تو اس میں وہ اپنے ماضی کو، اپنے دوست احباب، گلی کوچے، اپنا ایک عام انسان سے طوائف تک کا سفر اور جنگ کے بعد کے حالات سب اپنی زبانی سناتی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے ماضی میں کھو کر "ناسٹلجیا" کا شکار ہو جاتی ہے۔ انھی تمام واقعات کی بنا پر یہ ناول ماضی کی یادوں پر مبنی ہے۔ اس ناول میں جہاں امراؤ اپنے بیتے ہوئے کل کی کہانی سناتی ہے وہاں اس کا آغاز ایک شعر سے ہوتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

"لطف ہے کون سی کہانی میں
آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی"(9)

امراؤجان ادا اپنے بچپن کے قصے سنانے لگتی ہے جہاں وہ اپنے گھر والوں سے محبت کی داستان بیان کرتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک اقتباس پیش ہے:

"ابا صبح کو نماز پڑھ کر وظیفہ پڑھتے ہوئے کوٹھے پر چڑھ جاتے تھے کبوتروں کو کھول کر دانہ دیتے تھے۔ایک دو ہوا میں اڑاتے تھے۔اتنے میں ماں جھاڑو بہارو سے فراغت کر کے کھانا تیار کر لیتی تھیں کیوں کہ ابا پہر دن چڑھنے سے پہلے ہی نوکری پر چلے جاتے تھے۔اماں سینا پرونالے کے بیٹھ جاتی تھیں۔میں بھیا کولے کے کہیں محلہ میں نکل گئی یا دروازے پر املی کا درخت تھا وہاں چلی گئی۔ہم جولی لڑکیاں لڑکے جمع ہوئے، بھیا کو بٹھادیا خود کھیل کھود میں مصروف ہو گئی۔ہائے! کیا دن تھے۔کسی بات کی فکر نہ تھی۔"(10)

"سجاد ظہیر" کے ناول "لندن کی ایک رات" کے کردار بھی ناسٹلجیائی وقت میں نظر آتے ہیں۔ عصمت چغتائی کا "ٹیڑھی لکیر"، عزیز احمد کا "آگ" اور کرشن چندر کا "مٹی کے صنم" اور "میری یادوں کے چنار" وغیرہ شامل ہیں۔ان میں ناسٹلجیا کی مختلف صورتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان کی تہذیب و ثقافت میں دراڑیں رونما ہوئیں یہاں تک کہ انسان کا وجود بھی اس تقسیم سے نہ بچ سکا۔یہ درد و کرب کا سانحہ تھا جس کا اثر اردو ادب میں خاص طور پر ہوا اور تمام ادیب، مصنف، شاعر یک زبان ہو کر چیخ اٹھے۔ تقسیمِ ہند کے دوران ہی فرقہ وارنہ فسادات، قتل و غارت اور آبروریزی جیسے جرائم نے سر بلند کیا تھا۔ جس کی وجہ سے انسانوں میں احساس محرومی اور خواب کی شکست و ریخت پیدا ہوئی۔ انسانوں کی توقعات رفتہ رفتہ دم توڑتی گئیں۔ انھی وجوہات کی بنیاد پر 1947ء کے بعد ناسٹلجیا کا رجحان اُردو ادب میں بڑھ گیا۔ برصغیر کی تقسیم کا واقعہ دراصل دل دہلا دینے والا واقعہ ہے جہاں اپنے اپنوں سے بیگانے ہو گئے۔ ہجرت اور نقل مکانی ہر دور میں ہوتی رہی ہے لیکن اتنی بڑی تعداد میں ہجرت تاریخ میں پہلے کہیں نظر نہیں آتی۔ جہاں لوگ اپنا گھر بار، عزیز و اقارب، جائیداد وغیرہ کو چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں منتقل ہو گئے۔ اس ہجرت نے لوگوں کے اذہان پر گہرا اثر مرتب کیا اور انھیں ناسٹلجیا میں مبتلا کر دیا۔ اپنے ملک اور اپنی زمین سے جدائی کا احساس انسان کو بوجھل کر دیتا ہے کیوں کہ یہ بے دخلی محض زمین کے ٹکڑے سے نہیں ہوتی بلکہ اپنی تہذیب، اپنے ماحول اور اپنی روایات و اقدار سے جدا ہونا ہوتا ہے۔

اردو فکشن میں ناسٹلجیا کے حوالے سے دو معتبر نام انتظار حسین اور قرۃ العین حیدر کے ہیں۔ انتظار حسین ایک ایسے فن کار ہیں جن کے ہاں ہر کردار اپنی ماضی کی یادوں میں کھویا نظر آتا ہے۔انتظار حسین کے تمام کرداروں کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہجرت کر کے پچھتا رہے ہیں یعنی پاکستان سے ہندوستان اور ہندوستان سے پاکستان

آنے والے لوگ کسی کرب میں ہیں کیوں کہ وہ جس سکون کی تلاش میں ہجرت کر بیٹھے تھے وہ انھیں کہیں بھی میسر نہیں ہے۔ ماضی کا احساس ہر ہجرت کرنے والے کی سوچ کا حصہ ہوتا ہے۔ انتظار حسین کے ناول "تذکرہ"، "بستی"، "آگے سمندر ہے" ایسے ناول ہیں جن کے کردار ماضی میں کھوئے رہتے ہیں اور اپنی تہذیب کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی حویلی اور بچپن کے حسین دنوں کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ وہ نئی جگہ آکر اپنی پرانی ثقافت کو یاد کرکے دل برداشتہ ہوتے ہیں تو کبھی کبھی انھی یادوں سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔ انتظار حسین کے ناول "بستی" کا مرکزی کردار "ذاکر" نامی ہے۔ جو روپ نگر سے لاہور ہجرت کرکے آتا ہے لیکن اس کا دل اور رُوح روپ نگر میں ہی رہ جاتا ہے وہ یہاں آکر بھی ویسا ہی ماحول ڈھونڈتا پھرتا ہے اور اس کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنا بچپن اور لڑکپن روپ نگر میں ہی چھوڑ آیا ہے۔ اس کو وہاں کے کھیت، فصلیں حتیٰ کہ ہر شے کی یاد اداس کرتی ہے وہ اپنے حال میں رہنے کی بجائے ماضی میں پناہ گزیں رہتا ہے۔ اس حوالے سے ناول "بستی" کا ایک اقتباس پیش ہے:

> " جیسے اس کا بچپن روپ نگر میں رہ گیا تھا۔ روپ نگر میں کیا کچھ رہ گیا تھا۔ کچے پکے رستے جو نہ جانے کہاں جا کر نکلتے تھے بس درختوں میں گم ہوتے دکھائی دیتے تھے۔ ڈولتے ہچکولے کھاتے آگے، اونگھتی رینگتی بیل گاڑیاں کوئی کوئی رتھ کر اس میں جتے توانا بیلوں کی گردنوں میں آویزاں گھنٹیوں اور گھنگھروں کی بدولت وہ مٹی میں اٹے رستے ایک میٹھے شور سے ابھر جاتے۔ کالا مندر، کالے مندر کے احاطے میں کھڑا بندروں سے آباد بڑا پیپل، کربلا کی ویران اور اداس فصیل، ٹیلے والا قلعہ، روان بن، بیچ کھڑا بھید بھرا برگد، اس ایک میں پورا دیومالائی عہد تھا جو روپ نگر کے ساتھ رہ گیا تھا۔ "(11)

انتظار حسین کے ہاں ماضی بہت شدت سے ملتا ہے اور اس ماضی میں وہ اپنے آپ کو کھوجنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انتظار حسین نے اپنے ناول "بستی" میں ناسٹلجیائی موضوع کے نئے پن کو واضح کیا ہے۔ اس میں ہر شے تبدیلی سے ہم کنار ہے۔ اس میں داخلی خود کلامی بھی موجود ہے۔ اس ناول کا اصل موضوع ہجرت ہے اور اس میں فسادات کا ذکر نہیں ملتا بلکہ کردار اپنے پرانے ماحول کو یاد کرتے ہیں اور اس حوالے سے ہی رنجیدگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہجرت کرکے آنے والوں کو ایک ایک شے بلکہ ایک ایک ذرہ بھی یاد آتا ہے۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان کبھی بھی اپنے پرانے ماحول اور جگہ کی یاد فراموش نہیں کر سکتا۔

اکثر لوگ انتظار حسین کے حوالے سے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ماضی پرست ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے۔ ان کے ناول "بستی" کے مرکزی کردار "ذاکر" کی طرح "تذکرہ" کے کردار "اخلاق" کو بھی ہر وقت چراغ حویلی کی یاد ستاتی رہتی ہے۔ انتظار حسین کے کردار ہمیشہ یادوں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ یاد جیسے بھی ہو محرومی اور دکھ چھوڑ دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ انتظار حسین کے کرداروں میں یاد کا کرب اور کسک نظر آتی ہے اور یہ دکھ اور درد مل کر قاری کے اوپر

حاوی ہو جاتے ہیں۔ انتظار حسین نے خود بھی ہجرت کے درد کو برداشت کیا ہے جس وجہ سے ان کے ناولوں میں ہجرت کا درد والم اور کرب عروج پر پایا جاتا ہے۔انتظار حسین کے ناولوں میں سب سے زیادہ نفسیاتی مسئلہ جو نظر آتا ہے وہ ناسٹلجیا ہی ہے کیوں کہ ہجرت کے ساتھ یادیں جڑی ہوتی ہیں۔

اردو ناول میں ناسٹلجیا کے حوالے سے لکھنے والوں میں دوسرا بڑا نام قرۃ العین حیدر کا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے مطابق یوں تو تمام کا تمام ادب ہی ناسٹلجیا کی پیداوار ہے لیکن تقسیمِ ہند نے اس پر بہت گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ قرۃ العین حیدر ہر شے کو وسیع کینوس میں دیکھتی ہیں۔اس لیے وہ تہذیب و ثقافت اور تاریخ سے ہوتے ہوئے فرد کے ناسٹلجیا کے حوالے سے بات کرتی ہیں۔ قرۃ العین حیدر اپنے ناولوں میں ہندو مسلم تہذیب اور زوال کو ملحوظِ خاطر رکھتی ہیں۔ ہجرت کے درد و کرب سے قرۃ العین حیدر ذاتی طور پر بھی متاثر ہوئی تھیں جس وجہ سے اس چیز کا دکھ اور ذاتی تجربہ ان کی تخلیقات میں صاف نظر آتا ہے۔بقول ڈاکٹر انور پاشا:

> "ان کو اپنی تباہی، ملک کی تباہی اور ہندوستان کی مشترکہ کلچر کی تباہی سے دکھ پہنچا۔ انھیں وہ تمام قدریں تباہ ہوتی نظر آئیں جو انھیں بے حد عزیز تھیں۔ وہ ان قدروں کو فراموش نہ کر سکیں۔ ان کی یادوں کی کسک ان کی تخلیقات میں ہر جگہ موجود ہے۔"(12)

قرۃ العین حیدر کا پہلا ناول "میرے بھی صنم خانے" 1944ء میں شائع ہوا، دوسرا ناول "سفینۂ غمِ دل 1952ء میں منظرِ عام پر آیا۔ ان دونوں ناولوں میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت کے زوال اور ٹوٹ پھوٹ کو موضوع بنایا گیا، نیز تقسیم کے المیے کو لوگوں کی نفسیاتی کشمکش کا بنیادی سبب بتایا گیا۔

ان ناولوں میں تقسیمِ ہند کو موضوع بنایا گیا ہے جس میں لوگوں کے خواب ٹوٹ گئے تھے۔ اس طرح قراۃ العین حیدر نے ہندوستانی تہذیب و ثقافت کے شیرازہ بکھرنے کو موضوع بنایا۔ جہاں ایک ہی خطے کے لوگوں میں محبت کی بجائے نفرت جنم لینے لگی۔ تقسیمِ ہند نے اس سب کو خون میں رنگ دیا اور یہ المیہ داستان بن کے سامنے آیا۔ ہجرت کر کے آنے اور جانے والے ناسٹلجیا کا شکار ہو گئے اور اپنے ماضی میں کھوئے رہنے لگے۔

قرۃ العین حیدر کا شہرہ آفاق ناول "آگ کا دریا" ہے، جس میں انھوں نے ہندوستان کی اڑھائی ہزار سالہ پرانی تہذیب کو موضوع بنایا جس سے ہندوستانی ذہن کی ناسٹلجیائی کیفیت کا عکس نمایاں ہوتا ہے۔ مصنفہ نے ناسٹلجیا کو ایک نئے رنگ ورجحان کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ مصنفہ محض کھوئی ہوئی تہذیب و ثقافت کو ہی نہیں دیکھتیں بلکہ وہ ان وجوہات تک پہنچتی ہیں جس وجہ سے لوگ ناسٹلجیا کا شکار ہوتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے ناول کا آغاز ہی ٹی ایس ایلیٹ کی مشہور نظم Four Quarters سے کیا ہے:

> "میں دیوتاوں کے متعلق زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دریا

ایک طاقت ور مٹیالا دیوتا ہے۔ تند مزاج، غصیلا
اپنے موسموں اور اپنے غیض و غضب کا مالک، تباہ کن
وہ ان چیزوں کی یاد دلاتا رہتا ہے جنھیں انسان بھول جانا چاہتے ہیں۔۔۔
مستقبل اور ماضی پر یکساں دھیان کرو
یہ لمحہ کرم کا ہے یا کرم کا نہیں۔ جانو
کہ موت کے سمے انسان کا دماغ وجود کے جس نقطے پر بھی مرکوز ہو (اور موت کا سمے ہر لحظہ ہے)
محض ایک کرم ہے
جو دوسروں کی زندگیوں میں بارآور ہو گا
کرم کے پھل کا خیال نہ کرو۔ آگے چلو"(13)

ٹی ایس ایلیٹ اپنی نظم میں کہتے ہیں کہ ماضی؛ حال اور مستقبل دونوں میں موجود ہوتا ہے یعنی گزشتہ اور آئندہ سے لمحہِ موجود مربوط ہوتا ہے۔ اسلوب احمد انصاری کی رائے دیکھیے:

> " قرۃ العین حیدر نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ ایلیٹ کی مشہور نظم Four Quarters سے ایک اقتباس اپنے ناول کے لیے بہ طور EPIGRAPH استعمال کیا ہے کہ اس نظم کے چاروں حصے وقت اور ابدیت کے رشتے پر اس کے عملِ تفکر کا ایک بھرپور شاعرانہ اظہار ہیں اور یہ ناول بھی بنیادی طور پر وقت ہی کی کارفرمائیوں سے متعلق ہے مزید یہ کہ اس میں کرم کا فلسفہ بھی تہ نشین ہے جو ناول کے شروع کے صفحات میں ایک ایک ہمہ گیر موتیف کی حیثیت رکھتا ہے۔"(14)

ناول "آگ کا دریا" کے چار حصے ہیں اور آخری حصے میں ناسٹلجیا بھرپور پایا جاتا ہے۔ اس میں تقسیمِ ہند اور ہجرت کے درد و کرب اور ہجرت کے بعد پیش آنے والے واقعات کو موضوع بنایا ہے۔ اس حصے میں جو افراد موجود ہیں وہ سارے ماضی کے سہارے زندگی گزارتے ہیں مگر اپنی اپنی سوچ کی وجہ سے تنہائی کا شکار ہیں۔

عبد اللہ حسین کا ناول "اداس نسلیں" ان نمائندہ ناولوں میں شامل ہوتا ہے جن میں ناسٹلجیا کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔ یہ ناول تین حصوں میں تقسیم ہے جس میں برطانوی حکومت کی سازشیں، تحریکِ آزادی اور پنجاب کے گاؤں کے کسانوں کی اپنی جانوں کے نذرانے صاف دکھائی دیتے ہیں۔ "اداس نسلیں" میں نہ صرف برصغیر کی تقسیم اور تاریخ کو مدِ نظر رکھا گیا بلکہ اس تقسیم سے دیہاتوں اور شہروں کے لوگوں پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ان کی نفسیات پر جو گہرے نقوش چھوڑے ہیں ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کے ساتھ برصغیر کے ان مظلوم لوگوں کے حالات ،مفلسی ہے جن کو انگریزوں نے اپنا غلام بنا کہ رکھا ہوا تھا۔ یہاں عوام آزادی کے لیے کوشاں تھی اور اپنی جانیں قربان

کر رہی تھی۔ شہروں کے شہر ویران بیابانوں کی مانند ہو گئے اور گاؤں راکھ کا ڈھیر لگنے لگے۔ بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا، عورتوں کی آبرو کی تذلیل ہو رہی تھی اور انسانیت ایسے کہیں کھو گئی تھی، ریل گاڑیوں میں سے انسانوں کی لاشیں ہی لاشیں بر آمد ہو رہی تھیں۔ ہر منظر دل دہلا دینے والا تھا۔ ناول "اداس نسلیں" میں کرداروں کا قیمتی سرمایہ یادیں ہیں جسے نفسیات کے مطابق ناسٹلجیا کا نام دیا گیا ہے۔ ناول کے کردار چاہتے ہوئے بھی اپنے ماضی سے اور اس کی یادوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ ماضی کی یادیں ان کی روحوں میں رچ بس گئی ہوئی ہیں۔ اس میں ناسٹلجیا کے ساتھ ہجرت کا واقعہ مربوط ہے۔

اس کے علاوہ ناسٹلجیائی رجحان میں فہیم اعظمی کا ناول "جنم کنڈلی" بھی شامل ہے۔ اس ناول کو وہ خود بھی تجرباتی ناول کہتے ہیں۔ اس ناول کے کرداروں میں بھی جابجا ناسٹلجیا ملتا ہے لیکن ان کا ناسٹلجیا انتظار حسین اور قرۃ العین حیدر جیسا نہیں ہے۔ جوگندر پال کے ناول "خواب رو" میں بھی ناسٹلجیا کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان کے ہاں ناسٹلجیا ہجرت کے سلسلے میں سامنے آتا ہے۔ جوگندر پال کے مطابق ہجرت انسان کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ الطاف فاطمہ کے ناول "چلتا مسافر" اور خالدہ حسین کے ناول "کاغذی گھاٹ" میں بھی ناسٹلجیا کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ ناول "کاغذی گھاٹ" کا مرکزی کردار ایک سنجیدہ اور حساس لڑکی ہے۔ وہ بہت حساس ہے اور ہر چیز کو ایک الگ زاویے سے دیکھتی ہے اس کے ساتھ وہ لڑکی ادیبہ بھی ہے۔ وہ جو سوچتی اور دیکھتی ہے اس کو اپنے قلم کے ذریعے لکھتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے سکول اور کالج کی دوستوں کو ناسٹلجیائی انداز میں یاد کرتی ہے اور وہ جدید عہد کی منافقت کی شاکی ہے۔ اس ناول میں پرانی اقدار، پرانی تہذیب و ثقافت، پرانے ماحول اور پرانے رویوں کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ترنم ریاض کا ناول "برف آشنا" اور "پرندے"، مشرف عالم ذوقی کا ناول "بیان"، سلمٰی اعوان کا ناول "تنہا"، طارق محمود کا ناول "اللہ میگھ دے"، بانو قدسیہ کا ناول "راجہ گدھ"، جمیلہ ہاشمی کا ناول "تلاشِ بہاراں"، مستنصر حسین تارڑ کے ناول "بہاؤ" اور "راکھ"، خدیجہ مستور کا ناول "آنگن"، عزیز احمد کا ناول "ایسی بلندی ایسی پستی"، شوکت صدیقی کا ناول "خدا کی بستی"، انیس ناگی کا ناول "دیوار کے پیچھے" اور الطاف فاطمہ کا ناول "نشانِ محفل" میں ناسٹلجیائی کیفیات کے نمونے ملتے ہیں۔

ناول کے علاوہ افسانے میں بھی ناسٹلجیا کا موضوع دیکھنے کو ملتا ہے۔ انتظار حسین اور قرۃ العین حیدر کے علاوہ اشفاق احمد، جوگندر پال، زاہدہ حنا، محمد حامد سراج اور سید محمد اشرف کے افسانوں میں ناسٹلجیا خصوصیت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ محمد حامد سراج کے افسانے سے ناسٹلجیائی کیفیت کا حامل اقتباس دیکھیے:

> "یہ قدیم فولڈنگ کرسی وکٹورین عہد کی یاد دلاتی ہے۔ نانا جان پولیس میں ایس پی تھے۔ جب کوئٹہ سے ریٹائر ہو کر گاؤں لوٹے تھے تو چھ وکٹورین کرسیاں بھی سامان میں ساتھ تھیں۔ شعور

سنبھالنے پر میں نے نانی امّاں سے چار کرسیاں مانگ لی تھیں۔ ننھیال کی یہ آخری نشانی میں نے اب تک سنبھال رکھی ہے۔یہ عہدِ رفتہ ہے اسے صرف کرسی خیال نہ کیا جائے۔کیا محبت صرف جان داروں سے کی جاتی ہے۔میرا تعلق ان کرسیوں سے بھی صلہ رحمی کا ہے۔"(15)

افسانوی کردار کو الماری میں پڑی کتابوں کو دیکھنے سے بہت سی قدیم کتابیں نظر آتیں ہیں جو بہت بوسیدہ حالت میں ہوتی ہیں اور اکثر کو دیمک کھا چکی ہوتی ہے جس وجہ سے وہ دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔ "دیوان سنگھ مفتوں" کی آپ بیتی پر اس کی نظر ٹھہر جاتی ہے۔ اس کی حالت بھی اسے ناساز ہی نظر آتی ہے جس کے باعث وہ ناسٹلجیا کا شکار ہو جاتا ہے۔اس حوالے سے اقتباس یوں ہے:

"تیس برس پہلے راولپنڈی کے ایک بک اسٹال سے میں نے یہ کتاب خریدی تھی۔۔۔انہماک سے اس کا مطالعہ کیا تھا۔ یہ دیوان سنگھ مفتوں کی خود نوشت ہے اور اس کا شمار ان قابلِ قدر سوانح میں ہوتا ہے جو زندہ رہتی ہیں۔"(16)

اپنے وطن سے دور رہنے والے افسانہ نگاروں کے ہاں بھی ناسٹلجیائی کیفیت عروج پر نظر آتی ہے کیوں کہ اپنے وطن سے دور، اپنوں سے دور، دوستوں سے دوری کا رنج، اپنی تہذیب وثقافت سے دوری کا غم، اپنے وطن کی خوشبو جیسی چیزیں یاد آتی ہیں تو انسان ناسٹلجیا کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں اپنے وطن واپس آنے کی شدید امنگ جاگتی ہے۔ فہیم اختر کے افسانوں میں اس طرح کا درد و کرب پایا جاتا ہے۔ناسٹلجیا کے حوالے سے ان کے یہ افسانے "آخری مسافر، رشتوں کا درد، رکشہ والا، دیوداسی" وغیرہ شامل ہیں۔

فکشن کے ساتھ ساتھ مزاح نگاری میں بھی ناسٹلجیا کے نمونے ملتے ہیں۔اس سلسلے میں مشتاق احمد یوسفی کی کتاب "آبِ گم" ایک اہم حوالہ ہے۔مشتاق احمد یوسفی کا "آبِ گم" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"کانپور سے ہجرت کر کے کراچی آئے تو دنیا ہی اور تھی۔اجنبی ماحول۔بے روزگاری۔بے گھری اس پر مستزاد۔اپنی آبائی حویلی کے دس بارہ فوٹو مختلف زاویوں سے کھچوالائے تھے۔ذرا یہ سائیڈ پوز دیکھیے۔یہ شارٹ تو کمال کا ہے۔ہر آئے گئے کو فوٹو دکھا کر کہتے یہ چھوڑ کر آئے ہیں۔"(17)

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشتاق احمد یوسفی کا تخلیق کردہ کردار کتنا ماضی پرست ہے اور وہ کس طرح ماضی کی یادوں میں کھویا رہتا ہے۔مشتاق احمد یوسفی کی کتاب "چراغ تلے" کے انشائیے "یادش بخیر" کا مرکزی موضوع بھی ناسٹلجیا ہے۔اس کے علاوہ خاکم بدہن کے انشائیے "بارے آلو کا کچھ بیاں ہو جائے" میں مشتاق صاحب اپنے دوست کے ساتھ گزرے ہوئے لمحوں کی یادوں کو تازہ کرتے نظر آتے ہیں۔

ادبی صنف سفر نامے کے حوالے سے جوگندر پال کا "پاکستان یاترا"، انتظار حسین کا "نئے شہر پرانی بستیاں" اور "زمین اور فلک"، رام لعل کا "زرد پتوں کی بہار"، جمیل الدین عالی کا "دنیا میرے آگے"، خواجہ حسن نظامی کا "سفر نامہ پاکستان"، جمیل زبیری کا سفر نامہ "موسموں کا عکس" میں بھی ناسٹلجیائی عناصر موجود ہیں۔ رام لعل کے سفر نامے "زرد پتوں کی بہار" سے بطور مثال یہ اقتباس پیش کیا جا رہا ہے:

"یہ وہی جگہ ہے جہاں سے میرا ماضی شروع ہوتا ہے۔ جب میں چھوٹا تھا تو یہاں مٹی اور اینٹوں کے بنے ہوئے کمرے ہوا کرتے تھے۔ جس میں آنگن میں ایک بیروں کا گھنا پیڑ بھی ہوا کرتا تھا۔۔۔ اسی گھر کو میں نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۶ء کو چھوڑا تھا۔ جب میں اپنی بیوی اور ایک ماہ کی بچی کو ساتھ لے کر لاہور چلا گیا تھا۔"(18)

اردو شاعری میں میر و غالب کے بعد ناسٹلجیا کے موضوع کے اعتبار سے ناصر کاظمی، منیر نیازی، فیض احمد فیض، احمد راہی، گلزار، احمد مشتاق، پروین شاکر، ن۔م راشد اور احمد فراز معتبر نام ہیں۔ احمد راہی کی غزل سے مثال دیکھیے:

"کوئی ماضی کے جھروکوں سے صدا دیتا ہے
سرد پڑتے ہوئے شعلوں کو ہوا دیتا ہے
دلِ افسردہ کا ہر گوشہ چھنک اٹھتا ہے
ذہن جب یادوں کی زنجیر ہلا دیتا ہے" (19)

گلزار کا ماضی کے حوالے سے اشعار ملاحظہ کیجیے:

"کانچ کے پیچھے چاند بھی تھا اور کانچ کے اوپر کائی بھی
تینوں تھے ہم، وہ بھی تھے اور میں بھی تھا، تنہائی بھی
یادوں کی بوچھاڑوں سے جب پلکیں بھیگنے لگتی ہیں
سوندھی سوندھی لگتی ہے تب ماضی کی رسوائی بھی"(20)

ناصر کاظمی نے پُر رونق دہلی کو اجڑتے ہوئے اور ہجرت کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا جس وجہ سے ان کی شاعری میں جابجا ماضی کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ اپنے ماضی میں پناہ لیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ناصر کاظمی کے شعری مجموعے "برگِ نے" سے غزلیہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

"گلی گلی آباد تھی جن سے کہاں گئے وہ لوگ
دلی اب کے ایسی اجڑی گھر گھر پھیلا سوگ
سارا سارا دن گلیوں میں پھرتے ہیں بے کار

راتوں اٹھ اٹھ کر روتے ہیں اس نگری کے لوگ
ناصرؔ ہم کو رات ملا تھا تنہا اور اداس
وہی پرانی باتیں اس کی وہی پرانا روگ"(21)

ناصر کاظمی کی دوسری غزل سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"دل بھی عجب عالم ہے نظر بھر کے تو دیکھو
نقشے کبھی اس اُجڑے ہوئے گھر کے تو دیکھو
اے دیدہ ور و دیدہِ پرنم کی طرف بھی
مشتاق ہو لعل و زر و گوہر کے تو دیکھو
بے زادِ سفر جیب تہی شہر نوردی
یوں میری طرح عمر کے دِن بھر کے تو دیکھو"(22)

منیر نیازی کے ہاں بھی ماضی کے اثرات نظر آتے ہیں۔ منیر کی غزل میں ناسٹلجیا کی کیفیات کا اظہار دیکھیے:

"اشک رواں کی نہر ہے اور ہم ہیں دوستو
اس بے وفا کا شہر ہے اور ہم ہیں دوستو
یہ اجنبی سی منزلیں اور رفتگاں کی یاد
تنہائیوں کا زہر ہے اور ہم ہیں دوستو
آنکھوں میں اڑ رہی ہے لٹی محفلوں کی دھول
عبرت سرائے دہر ہے اور ہم ہیں دوستو" (23)

فیض احمد فیض کی نظم سے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

"یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں
یہ وہ سحر تو نہیں جس کی آرزو لے کر
چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں
فلک کے دشت میں تاروں کی آخری منزل۔۔۔
ابھی گرانیٔ شب میں کمی نہیں آئی
نجات دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی "(۲۴)

تقسیمِ ہند نے یوں تو ایک نئی زندگی کا پیغام دیا لیکن اس تقسیم نے بے شمار داستانیں رقم کی جو خون کے رنگ سے رنگی ہوئی ہیں۔ جو آج بھی ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے اس وقت میں تھی جب تقسیم کا واقعہ رونما ہوا تھا۔ جو لوگ ہجرت کر کے اپنے الگ وطن آئے تھے اُن کے زخم اب بھی ویسے کے ویسے ہی ہیں اور وہ اپنے کھوئے ہوئے ماضی کو یاد کر کے اب بھی اداس ہو جاتے ہیں۔ اس کیفیت کو "ناسٹلجیا" کا نام دیا جاتا ہے۔

مجموعی طور پر ناسٹلجیا ادب کی اکثر اصناف میں نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اردو ادب کی نثری اصناف میں ناول ہو یا افسانہ، انشائیہ ہو یا آپ بیتی، سفر نامہ ہو یا رپورتاژ؛ ناسٹلجیا کی موضوع کو سموئے ہوئے ہیں۔ شعری اصناف میں غزل ہو یا مرثیہ، پابند نظم ہو یا آزاد نظم؛ ناسٹلجیا کی مختلف صورتوں کو اظہار دیتی نظر آتی ہیں۔ ناسٹلجیا کی پہلی صورت ادیب کا اپنا ماضی ہے اور دوسری صورت اس خطے کی تہذیب و ثقافت اور تاریخ و معاشرت کا اجتماعی حافظہ ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1. https://www.rekhta.org/couplets/yaad-e-maazii-azaab-hai-yaa-rab-akhtar-ansari-couplets30/3/2022 , 2:24 AM

2۔ یوسفی، مشتاق احمد، آبِ گُم، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰٦ء، ص20

3.https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/american_english/nostalgia 3/30/2022, 4:53 PM

4. https://sagehousetherapy.com/blog/the-psychology-behind-loss-and-nostalgia 3/30/2022 5:05 PM

5. https://www.merriam-webster.com/dictionary/nostalgia 3/30/2022 5:06 PM

6. https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/nostalgia 3/30/2022 5:16 PM

7۔ غلام نبی مومن، "اُردو میں نفسیاتی تنقید"، مشمولہ: ادب اور نفسیات، مرتب: ظفر احمد صدیقی، پونے: اُصول پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ٦۰

8۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۱۵ء، ص ۹۵

9۔ مرزا ہادی رسوا، امراؤ جان ادا، نئی دہلی: مکتبہ جامع لمیٹڈ، دسمبر ۱۹۷۹ء، ص ۳۸

10۔ مرزا ہادی رسوا، امراؤ جان ادا، ص ۴۰

11۔ انتظار حسین، بستی، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۱۹۸۰ء، ص ۳۴۔۳۵

12۔ انور پاشا، ڈاکٹر، ہندو پاک میں اردو ناول تقابلی مطالعہ، نئی دہلی: پیش رو پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء، ص ۷۵

13۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء، ص ۶، ۵
14۔ اسلوب احمد انصاری، اردو کے پندرہ ناول، علی گڑھ: یونیورسل بک ہاؤس، ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۵۔ ۱۶۴
15۔ محمد حامد سراج، "چوب دار"، مشمولہ: قدیمی کرسی اور کتاب کی مرمت، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۷
16۔ محمد حامد سراج، "چوب دار"، مشمولہ: قدیمی کرسی اور کتاب کی مرمت، ص ۲۸
17۔ مشتاق احمد یوسفی، آبِ گم، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۶ء، ص ۴۵
18۔ رام لعل، زرد پتوں کی بہار - سفر نامہ پاکستان، اتر پردیش: اردو اکیڈمی قیصر باغ لکھنو، ۱۹۸۲ء، ص ۱۱۰۔ ۱۱۱
19۔ احمد راہی، رگِ جان، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۱۷۳
20۔ گلزار، بال و پر سارے، مشمولہ: کچھ کہیے، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء، ص ۶۸۲
21۔ ناصر کاظمی، "برگِ نے"، مشمولہ: کلیاتِ ناصر، دہلی: کتابی دنیا، ۲۰۱۰ء، ص ۵۹
22۔ ناصر کاظمی، "دیوان"، مشمولہ: کلیاتِ ناصر، دہلی: کتابی دنیا، ۲۰۱۰ء، ص ۷۲
23۔ منیر نیازی، "تیز ہوا اور تنہا پھول"، مشمولہ: کلیاتِ ناصر، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۶ء، ص ۲۸
24۔ فیض احمد فیض، "دستِ صبا"، مشمولہ: نسخہ ہائے وفا، لاہور: کارواں پریس، سنِ ندارد، ص ۲۱

References in Roman Script:

1. https://www.rekhta.org/couplets/yaad-e-maazii-azaab-hai-yaa-rab-akhtar-ansari-couplets30/3/2022 , 2:24 AM
2. Yousufi, Mushtaq Ahamd, Aab e Gum, Delhi: Educational Publishing House, 2006, P20
3. https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/american_english/nostalgia 3/30/2022, 4:53 PM
4. https://sagehousetherapy.com/blog/the-psychology-behind-loss-and-nostalgia 3/30/2022 5:05 PM
5. https://www.merriam-webster.com/dictionary/nostalgia3/30/2022 5:06 PM
6. https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/nostalgia 3/30/2022 5:16 PM
7. Ghulam Nabi Momin,” Urdu Mein Nafsiyati Tanqeed”, Mashmoola: “Adab awr Nafsiyat” murratab: Zafar Ahmad Siddiqui, Poony: Asool Publication, 2005, P60
8. Anwar Sadeed, Dr. Urdu Adab ki Tehreekin, Karachi: Anjuman Tarraqi E Urdu,2015, P95

9. Mirza Haadi Ruswa, Amrao Jan Ada, New Delhi: Maktaba Jamiya Limited, 1979, P38
10. Mirza Haadi Ruswa, Amrao Jan Ada, P40
11. Intazar Hussain, Basti, New Delhi: Maktaba e Jamiya Limited, 1980, P34-35
12. Anwar Pasha, Dr. Hindu Pak mein Urdu Novel-taqabali muttala, New Delhi: Paishrow publication, 1992, P75
13. Qurat ul Ain Haider, Aag ka Darya, Lahore: Sang e Meel Publication, 2018, P5-6
14. Asloob Ahmad Ansaari, Urdu Kay Pandra Saal, Ali Garh: Universal Book House, 2003, P124-125
15. M.Hamid Siraj, Chobdaar, mashmoola: Qaeemi Kursi awr Kitab ki Murramat, Islamabad: Poorab Academy, 2009, P27
16. M.Hamid Siraj, Chobdaar, mashmoola: Qaeemi Kursi awr Kitab ki Murramat, P28
17. Yousufi, Mushtaq Ahmad, Aab e Gum, Delhi: Educational Publishing House, 2006, P45
18. Raam Laal, Zard Patton ki Bahar, Safar Nama Pakistan, Utar Pardesh: Urdu Academy Qaisar Bagh Lacknow, 1982, P110-111
19. Ahmad Rahi, Rag e Jaan, Lahore: Alhamd Publications, P173
20. Gulzar, Baal o Par Saary, Mashmoola: Kuch Kaheay, Lahore: Sang e Meel Publications,2017, P682
21. Nasir Kazimi, Barg e Nay, Mashmoola: Kuliyat e Nasir, Delhi: Kitabi Duniya, 2010, P59
22. Nasir Kazimi, Dewan, Mashmoola: Kuliyat e Nasir, Delhi: Kitabi Duniya, 2010, P72
23. Munir Niazi, Taiz Hawa awr Tanha Phool, mashmoola: Kuliyat e Munir, Lahore: Mawara Publishers, 1986, P28
24. Faiz Ahmad Faiz, Dast e Saba, mashmoola: Nuskha Haey Wafa, Lahore: Karwan Press, S.N. P21